ترجمۂ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم

ترتیب وتدوین: لطف الرحمٰن خان

سورۃ المائدۃ

آیات ۶ ـ ۷

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا
بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ
اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ
لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ
وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

ک ع ب

كَعَبَ يَكْعُبُ وَكَعَبَ يَكْعِبُ (ن ـ ض) كُعُوْبًا : (۱) کوئی بھی اٹھنے والی یا ابھرنے والی چیز (۲) کوئی مکعب چیز یعنی جس کی لمبائی' چوڑائی اوراونچائی ایک جیسی ہو۔

كَعْبٌ : کسی چیز کی اُبھری ہوئی گرہ۔ جیسے گنے کے دو پوروں کے درمیان کی گرہ یا پنڈلی اور پیر کے درمیان کی گرہ' یعنی ٹخنہ۔ آیت زیر مطالعہ۔

كَعْبَةٌ : کوئی مربع کمرہ' خانہ کعبہ۔ ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾ (المائدۃ:۹۷) ''بنایا اللہ نے کعبہ کو محترم گھر۔''

كَاعِبٌ ج كَوَاعِبُ (اسم الفاعل) : اُٹھنے والا' اُبھرنے والا۔ پھر استعارۃً نوعمر لڑکی کے لیے بھی آتا ہے۔ ﴿وَكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝۳۳﴾ (النبا) ''اور نوعمر لڑکیاں ہم عمر۔''

ترکیب

''فَاغْسِلُوْا'' کا مفعول اوّل ''وُجُوْھَکُمْ'' اور مفعول ثانی ''اَیْدِیَکُمْ'' ہے۔ اس لیے دونوں کے مضاف حالتِ نصب میں ہیں۔ ''وَامْسَحُوْا'' کا مفعول ''بِرُءُ وْسِکُمْ'' ہے جو کہ ''بَا'' کے صلہ کی وجہ سے مجرور ہے۔ ''وَاَرْجُلَکُمْ'' اگر ''وَامْسَحُوْا'' کا مفعول ہوتا تو ''بَا'' کے صلہ پر عطف ہونے کی وجہ سے حالت جر میں ''وَاَرْجُلِکُمْ'' آتا لیکن ''اَرْجُلَکُمْ'' کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ ''فَاغْسِلُوْا'' کا مفعول ثالث ہے۔ ''صَعِیْدًا طَیِّبًا'' کے بعد ''فَامْسَحُوْا'' کا مفعول ''بِوُجُوْھِکُمْ'' ہے۔ ''بَا'' کے صلہ پر عطف ہونے کی وجہ سے ''اَیْدِیْکُمْ'' حالت جر میں آیا ہے۔ اس لیے یہ ''فَامْسَحُوْا'' کا مفعول ثانی ہے۔

ترجمہ:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ: اے لوگو جو

اٰمَنُوْٓا: ایمان لائے

اِذَا: جب کبھی

قُمْتُمْ: تم اُٹھو

اِلَی الصَّلٰوۃِ: نماز کی طرف

فَاغْسِلُوْا: تو دھولو

وُجُوْھَکُمْ: اپنے چہروں کو

وَاَیْدِیَکُمْ: اور اپنے ہاتھوں کو

اِلَی الْمَرَافِقِ: کہنیوں تک

وَامْسَحُوْا: اور مسح کرو

بِرُءُ وْسِکُمْ: اپنے سروں کا

وَاَرْجُلَکُمْ: اور (دھولو) اپنے پیروں کو

اِلَی الْکَعْبَیْنِ: دونوں ٹخنوں تک

وَاِنْ: اور اگر

کُنْتُمْ: تم لوگ ہو

جُنُبًا: ناپاک

فَاطَّھَّرُوْا: تو خود کو پاک کرو

وَاِنْ: اور اگر

کُنْتُمْ: تم لوگ ہو

مَّرْضٰٓی: مریض

اَوْ: یا (ہو)

عَلٰی سَفَرٍ: کسی سفر پر

اَوْ جَآءَ: یا آئے

اَحَدٌ: کوئی ایک

مِّنْکُمْ: تم میں سے

مِّنَ الْغَآئِطِ: باتھ روم سے

اَوْ لٰمَسْتُمُ: یا تم مباشرت کرو

النِّسَآءَ: بیویوں سے

فَلَمْ تَجِدُوْا: پھر تم نہ پاؤ

مَآءً: پانی

فَتَیَمَّمُوْا: تو تیمم کرو

صَعِیْدًا طَیِّبًا: کسی پاک مٹی سے

فَامْسَحُوْا: تو مسح کرو

بِوُجُوْھِکُمْ: اپنے چہروں کا

وَاَیْدِیْکُمْ: اور اپنے ہاتھوں کا

مِّنْہُ: اس سے

مَا یُرِیْدُ: نہیں چاہتا

اللّٰہُ: اللہ

لِیَجْعَلَ: کہ وہ بنائے

عَلَیْکُمْ: تم لوگوں پر

مِّنْ حَرَجٍ: کسی قسم کی کوئی تنگی

وَّلٰکِنْ: اور لیکن (یعنی بلکہ)

يُّرِيْدُ : وہ چاہتا ہے	لِيُطَهِّرَكُمْ : کہ وہ پاک کرے تم لوگوں کو
وَلِيُتِمَّ : اور (یہ) کہ وہ تمام کرے	نِعْمَتَهٗ : اپنی نعمت کو
عَلَيْكُمْ : تم لوگوں پر	لَعَلَّكُمْ : شاید کہ
تَشْكُرُوْنَ : تم حق مانو	وَاذْكُرُوْا : اور یاد کرو
نِعْمَةَ اللّٰهِ : اللہ کی نعمت کو	عَلَيْكُمْ : اپنے اوپر
وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ : اور اس کے اس پختہ عہد کو	وَاثَقَكُمْ : اس نے معاہدے میں جکڑا تم لوگوں کو
بِهٖٓ : جس سے	اِذْ : جب
قُلْتُمْ : تم نے کہا	سَمِعْنَا : ہم نے سنا
وَاَطَعْنَا : اور ہم نے اطاعت کی	وَاتَّقُوا : اور تقویٰ اختیار کرو
اللّٰهَ : اللہ کا	اِنَّ اللّٰهَ : بے شک اللہ
عَلِيْمٌ : جاننے والا ہے	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ : سینوں والی (باتوں) کو

آیات ۸ تا ۱۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا
تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۸ وَعَدَ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۱۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ
اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۱ ۧ

ترکیب

''اَلَّا'' دراصل ''اَنْ لَا'' ہے۔ ''وَعَدَ'' کے دو مفعول آتے ہیں' کس سے وعدہ کیا اور کیا وعدہ کیا۔ اس کا مفعول اول ''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' ہے اور مفعول ثانی ''لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ'' ہے۔ اس لیے پورا جملہ محلاً حالت نصب میں ہے۔ آیت ۱۱ میں لفظ ''نعمت'' لمبی تا سے لکھا گیا ہے جو کہ قرآن مجید کا مخصوص املا ہے۔ ''كَفَّ'' کا فاعل اس میں ''هُوَ'' کی ضمیر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ : اے لوگو جو	اٰمَنُوْا : ایمان لائے
كُوْنُوْا : تم ہو جاؤ	قَوّٰمِيْنَ : خوب نگرانی کرنے والے

لِلّٰهِ :اللہ کی خاطر	شُهَدَآءَ : گواہی دینے والے
بِالْقِسْطِ :انصاف کی	وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ :اورتم کو ہرگز آمادہ نہ کرے
شَنَاٰنُ قَوْمٍ :کسی قوم کی عداوت	عَلٰٓى :اس پر
اَلَّا تَعْدِلُوْا :کہ تم عدل نہ کرو	اِعْدِلُوْا : (بلکہ) تم عدل کرو
هُوَ :یہ	اَقْرَبُ :زیادہ قریب ہے
لِلتَّقْوٰى :تقویٰ کے لیے	وَاتَّقُوا :اور تقویٰ (اختیار) کرو
اللّٰهَ :اللہ کا	اِنَّ اللّٰهَ :یقیناً اللہ
خَبِيْرٌ : باخبر ہے	بِمَا :اس سے جو
تَعْمَلُوْنَ :تم کرتے ہو	وَعَدَ : وعدہ کیا
اللّٰهُ :اللہ نے	الَّذِيْنَ :ان لوگوں سے جو
اٰمَنُوْا :ایمان لائے	وَعَمِلُوا :اور عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ :نیک	لَهُمْ :(کہ) ان کے لیے
مَّغْفِرَةٌ : مغفرت ہے	وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ :اور ایک شاندار بدلہ ہے
وَالَّذِيْنَ :اور وہ لوگ جنہوں نے	كَفَرُوْا : انکار کیا
وَكَذَّبُوْا : اور جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَآ : ہماری نشانیوں کو
اُولٰٓئِكَ : (تو) وہ لوگ	اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ : دوزخ والے ہیں
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ : اے لوگو جو	اٰمَنُوا : ایمان لائے
اذْكُرُوْا: تم یاد کرو	نِعْمَتَ اللّٰهِ : اللہ کی نعمت کو
عَلَيْكُمْ : تم پر	اِذْ : جب
هَمَّ : ارادہ کیا	قَوْمٌ : ایک قوم نے
اَنْ : کہ	يَّبْسُطُوْٓا : وہ پھیلائیں
اِلَيْكُمْ : تمہاری طرف	اَيْدِيَهُمْ : اپنے ہاتھوں کو
فَكَفَّ : تو اُس نے روکا	اَيْدِيَهُمْ : ان کے ہاتھوں کو
عَنْكُمْ : تم سے	وَاتَّقُوا : اور تقویٰ (اختیار) کرو
اللّٰهَ: اللہ کا	وَعَلَى اللّٰهِ : اور اللہ پر ہی
فَلْيَتَوَكَّلِ : چاہیے کہ بھروسہ کریں	الْمُؤْمِنُوْنَ : مؤمن لوگ

نوٹ ۱ : زیر مطالعہ آیت ۸ کا مضمون سورۃ النساء کی آیت ۱۳۵ میں بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ گزر چکا ہے۔ دونوں کے تقابلی مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کو عدل وانصاف سے روکنے کے عموماً دو سبب ہوا کرتے ہیں۔ ایک اپنے نفس یا عزیزوں کی طرف داری اور دوسرے کسی کی عداوت۔ سورۃ النساء میں پہلے سبب کی اور

آیت زیرِ مطالعہ میں دوسرے سبب کی نشاندہی کی گئی ہے اور حکم یہ دیا ہے کہ اپنے نفس' والدین اور عزیزوں کی رعایت میں انصاف کا دامن مت چھوڑو۔ اور کسی کی دشمنی کی وجہ سے' اس کو نقصان پہنچانے کے لیے بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے مت جانے دو۔ (معارف القرآن)

نوٹ ۲: ان دونوں آیتوں میں دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ سچی گواہی دینے سے پہلو تہی مت کرو تاکہ فیصلہ کرنے والوں کو حق اور انصاف سے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ قرآن مجید میں متعدد آیات میں تاکید کی گئی ہے کہ سچی گواہی دینے میں کوتاہی اور سستی نہ کی جائے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ﴾ (البقرۃ:۲۸۳) ''تم لوگ مت چھپاؤ گواہی کو' اور جو چھپاتا ہے اس کو تو یقیناً اس کا دل گناہ کرنے والا ہے''۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سچی گواہی دینا واجب اور اس کو چھپانا سخت گناہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی قرآن مجید میں یہ حکم بھی موجود ہے: ﴿وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ﴾ (البقرۃ:۲۸۲) ''اور تکلیف نہ دی جائے کسی لکھنے والے کو اور نہ ہی کسی گواہ کو''۔ اس حکم پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ موقع کے سچے گواہ شاذونادر ہی ملتے ہیں۔ لوگ ایسی جگہوں سے دور بھاگتے ہیں کہ کہیں گواہی میں نام نہ آ جائے۔ پولیس اِدھر اُدھر کے گواہوں سے خانہ پری کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت کم مقدمات کا فیصلہ حق وانصاف پر ہوتا ہے۔ عدالتیں مجبور ہیں' کیونکہ جیسی شہادتیں ان کے پاس پہنچتی ہیں' وہ انہی کی بنیاد پر فیصلہ کرسکتی ہیں' جبکہ آج بھی سعودی عرب اور بعض دوسرے ممالک میں قرآن کی اس ہدایت پر عمل ہو رہا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں جرائم اور مقدمات کی نہ تو اتنی کثرت ہے اور نہ ہی گواہی دینا کوئی مصیبت ہے۔

اس کے علاوہ ایک اہم بات یہ ہے کہ آج کل عام طور پر شہادت کا مطلب صرف یہ لیا جاتا ہے کہ مقدمات میں عدالت کے سامنے گواہی دینا۔ لیکن قرآن وسنت کی اصطلاح میں لفظ شہادت اس سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مثلاً کسی کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دینا کہ وہ ڈیوٹی ادا کرنے کے قابل نہیں ہے یا نوکری کرنے کے قابل نہیں ہے' یہ بھی ایک شہادت ہے۔ اگر اس میں واقعہ کے خلاف لکھا گیا تو وہ جھوٹی شہادت ہو کر گناہِ کبیرہ ہوگیا۔ اسی طرح امتحانات میں طلبہ کے پرچوں پر نمبر لگانا بھی ایک شہادت ہے۔ اگر جان بوجھ کر یا لاپرواہی سے نمبروں میں کمی بیشی کر دی گئی تو وہ بھی جھوٹی شہادت ہے اور حرام اور سخت گناہ ہے۔

اسی طرح انتخابات میں کسی اُمیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شہادت ہے' جس میں ووٹ دینے والے کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ اس کے نزدیک یہ امیدوار اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت و امانت کے اعتبار سے بھی نمائندہ بننے کے قابل ہے' مگر ہم لوگوں نے اس کو محض ہار جیت کا کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اس لیے ووٹ اکثر رشتہ داری یا دوستی کی بنیاد پر استعمال ہوتا ہے' کبھی کسی دباؤ کے تحت استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی فروخت کر دیا جاتا ہے۔ اور تو اور پڑھے لکھے دین دار مسلمان بھی نااہل لوگوں کو ووٹ دیتے ہوئے کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ جھوٹی گواہی دے کر مستحق لعنت وعذاب بن رہے ہیں۔

ووٹ دینے کی از روئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا ہے کہ ووٹ دینے والا گویا سفارش کرتا ہے کہ فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے۔ سفارش کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

جو اچھی سفارش کرتا ہے تو اس کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہوتا ہے اور جو کوئی بری سفارش کرتا ہے تو اس کے لیے اس میں سے ایک ذمہ داری ہوتی ہے (النساء: ۸۵)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نمائندہ جب کوئی غلط اور ناجائز کام کرتا ہے تو اس کا وبال اسے ووٹ دینے والوں کو بھی پہنچے گا۔ (معارف القرآن)

شہادت (گواہی) اور شفاعت (سفارش) کی جو مذکورہ بالا تفسیر مفتی محمد شفیع ؒ نے کی ہے، انتخابات کے وقت اس پر عمل کرنے میں کچھ الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے دو زیادہ عام ہیں۔ مناسب ہے کہ ان کی وضاحت یہاں پر کر دی جائے تا کہ جو اللہ کے حکم پر عمل کرنے کا جذبہ رکھتا ہے وہ اطمینانِ قلب کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ (مرتب)

امیدوار اگر ہماری برادری یا قبیلے کا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے ووٹ پر اس کا حق بنتا ہے۔ یا امیدوار ہماری اپنی پارٹی کے ٹکٹ پر کھڑا ہوا ہے تو اس کو ووٹ دینا امیر کا حکم ہے۔ اس کی صلاحیت اور امانت و دیانت قابل اعتماد نہیں ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ رشتہ داروں کا حق ادا کرنا اور امیر کی اطاعت کرنا بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ اس مسئلہ کا حل سورۃ النساء کی آیت ۱۳۵ میں موجود ہے جہاں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ انصاف پر قائم رہو خواہ وہ ہمارے اپنے یا والدین یا قرابت داروں کے خلاف ہو۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی کی کوئی اطاعت نہیں ہے اللہ کی معصیت میں۔ یعنی اگر کسی رشتہ دار کا حق ادا کرنے سے یا امیر کی اطاعت کرنے سے اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو یہ دونوں چیزیں ساقط ہو جائیں گی اور اللہ کا حکم قائم رہے گا۔

دوسری الجھن یہ ہوتی ہے کہ کہیں فلاں پارٹی کی حکومت نہ بن جائے اس لیے کم برائی والے (lesser evil) کو ووٹ دے دو۔ یہ خود فریبی ہے۔ کسی کی حکومت کے آنے یا نہ آنے کے متعلق قیامت میں ہم سے جواب طلب نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس پر ہمارا اختیار نہیں ہے۔ وہاں ہم سے صرف یہ پوچھا جائے گا کہ ایک اہل اور دیانت دار شخص کے حق میں ووٹ کیوں نہیں دیا تھا یا ایک نااہل اور بد دیانت کو ووٹ کیوں دیا تھا؟

آیات ۱۲ تا ۱۴

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ
مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ
قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ
بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝۱۲ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ
قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي
خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳ وَمِنَ
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴

ن ق ب

نَقَبَ يَنْقُبُ (ن) نَقْبًا: کسی چمڑے یا دیوار میں سوراخ کرنا' نقب لگانا۔ ﴿وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا﴾ (الکھف) ''انہیں قدرت نہیں اس میں سوراخ کرنے کی۔''

نَقِبَ يَنْقَبُ (س) نَقَبًا: راستوں پر چلنا (یعنی فضا میں سوراخ کرنا)۔

نَقُبَ يَنْقُبُ (ک) نَقَابَةً: (۱) سوراخ میں سے جھانکنا' یعنی ایسی جگہ سے نگرانی کرنا جہاں سے نگرانی کرنے والا دوسروں کو دیکھ سکے لیکن اس کو نہ دیکھا جا سکے۔ (۲) سردار ہونا' کیونکہ سردار دوسروں سے معلومات حاصل کر کے اپنی قوم کی نگرانی کرتا ہے۔

نَقِيْبٌ (فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت): نگرانی کرنے والا' سردار۔ آیت زیر مطالعہ۔

نَقَّبَ (تفعیل) تَنْقِيْبًا: کثرت سے آنا جانا' بھاگ دوڑ کرنا۔ ﴿فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ﴾ (ق:۳۶) ''تو انہوں نے بھاگ دوڑ کی شہروں میں۔''

ع ز ر

عَزَرَ يَعْزِرُ (ض) عَزْرًا: کسی کو اس کے فرائض سے آگاہ کرنا' مدد کرنا۔

عَزَّرَ (تفعیل) تَعْزِيْرًا: کسی کی تعظیم میں اس کے مشن کو تقویت دینا۔ آیت زیر مطالعہ۔

غ ر و

غَرِيَ يَغْرٰى (س) غَرَاءً: چمٹنا' لازم ہونا۔

اَغْرٰى (افعال) اِغْرَاءً: (۱) چمٹانا' لازم کرنا' آیت زیر مطالعہ۔ (۲) کسی کو کسی پر حاوی کر دینا۔ ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ﴾ (الاحزاب:۶۰) ''ہم لازماً حاوی کر دیں گے آپؐ کو ان پر۔''

ص ن ع

صَنَعَ يَصْنَعُ (ف) صَنْعًا اور صُنْعًا: کسی خام مال سے اچھی چیز بنانا' کاریگری کرنا' صنعت کاری کرنا' آیت زیر مطالعہ۔

اِصْنَعْ (فعل امر): ﴿فَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ﴾ (المؤمنون:۲۷) ''تو ہم نے وحی کیا انؑ کی طرف کہ آپؑ کشتی بنائیں۔''

مَصْنَعٌ ج مَصَانِعُ (اسم الظرف): صنعت گری کی جگہ' قلعہ' محل۔ ﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾ (الشعراء) ''اور تم لوگ بناتے ہو محلات شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔''

اَصْنَعَ (افعال) اِصْنَاعًا: کسی چیز کو بڑی مہارت سے بنانا' پرورش کرنا' پروان چڑھانا۔ ﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ﴾ (طٰہٰ) ''اور تاکہ تو پروان چڑھایا جائے میری نگاہ کے سامنے۔''

اِصْطَنَعَ (افتعال) اِصْطِنَاعًا: اہتمام سے بنانا۔ ﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ﴾ (طٰہٰ) ''اور میں نے اہتمام سے پروان چڑھایا آپؑ کو اپنے واسطے۔''

ترکیب

''اِثْنَیْ'' دراصل ''اِثْنَیْنِ'' ہے جو ''بَعَثْنَا'' کا مفعول ہونے کی وجہ سے حالتِ نصب میں ہے اور مضاف ہونے کی وجہ سے نون اعرابی گرا ہوا ہے۔ ''نَقِیْبًا'' تمیز ہے۔ ''لَئِنْ'' میں ''اِنْ'' شرطیہ پر لام تاکید ہے۔ ''اِنْ'' شرطیہ کی وجہ سے آگے شرط میں اَفعالِ ماضی کے ترجمے مستقبل میں ہوں گے۔ ''فَبِمَا'' میں ''بَا'' سببیہ ہے اور اس کا بدل ہونے کی وجہ سے ''نَقْضِهِمْ'' کا مضاف مجرور ہوا ہے۔ ''نَقْضِ'' مصدر نے فعل کا عمل کیا ہے۔ ''مِیْثَاقَهُمْ'' اس کا مفعول ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ ''تَطَّلِعُ'' باب افتعال کا مضارع ہے۔ ''خَائِنَةٍ'' پرتائے مبالغہ ہے جیسے ''عَلَّامَةٌ۔ بِمَا کَانُوْا'' میں ''بَا''، فعل ''یُنَبِّاُ'' کا صلہ ہے۔

ترجمہ:

وَلَقَدْ اَخَذَ : اور بے شک لیا ہے	اللّٰهُ : اللہ نے
مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ : بنی اسرائیل سے عہد	وَبَعَثْنَا : اور ہم نے اٹھائے (یعنی مقرر کیے)
مِنْهُمُ : ان میں سے	اثْنَیْ عَشَرَ : بارہ
نَقِیْبًا : نقیب	وَقَالَ : اور کہا
اللّٰهُ : اللہ نے	اِنِّیْ : کہ میں
مَعَكُمْ : تمہارے ساتھ ہوں	لَئِنْ : بے شک اگر
اَقَمْتُمُ : تم لوگ قائم کرو گے	الصَّلٰوةَ : نماز کو
وَاٰتَیْتُمُ : اور پہنچاؤ گے	الزَّکٰوةَ : زکوٰۃ کو
وَاٰمَنْتُمْ : اور ایمان لاؤ گے	بِرُسُلِیْ : میرے رسولوں پر
وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ : اور تقویت دو گے ان کو	وَاَقْرَضْتُمُ : اور قرضہ دو گے
اللّٰهَ : اللہ کو	قَرْضًا حَسَنًا : جیسا کہ خوبصورت قرضہ دینے کا حق ہے
لَاُكَفِّرَنَّ : تو میں لازماً دور کروں گا	عَنْكُمْ : تم سے
سَیِّاٰتِكُمْ : تمہاری برائیوں کو	وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ : اور میں لازماً تمہیں داخل کروں گا
جَنّٰتٍ : ایسے باغات میں	تَجْرِیْ : بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا : جن کے نیچے سے	الْاَنْهٰرُ : نہریں
فَمَنْ : پھر جو	كَفَرَ : انکار کرے گا
بَعْدَ ذٰلِكَ : اس کے بعد	مِنْكُمْ : تم میں سے
فَقَدْ ضَلَّ : تو وہ ضرور گمراہ ہوگا	سَوَآءَ السَّبِیْلِ : راستے کے بیچ سے
فَبِمَا : پس بسبب اس کے جو	نَقْضِهِمْ : ان کا توڑنا ہے

مِّيْثَاقَهُمْ : اپنے عہد کو	لَعَنّٰهُمْ : ہم نے لعنت کی ان پر
وَجَعَلْنَا : اور ہم نے بنا دیا	قُلُوْبَهُمْ : ان کے دلوں کو
قٰسِيَةً : سخت ہونے والا	يُحَرِّفُوْنَ : وہ پھیرتے ہیں
الْكَلِمَ : کلاموں کو	عَنْ مَّوَاضِعِهٖ : ان کے رکھنے کی جگہوں سے
وَنَسُوْا : اور انہوں نے بھلا دیا	حَظًّا : ایک حصہ
مِّمَّا : اس میں سے	ذُكِّرُوْا : ان کو نصیحت کی گئی
بِهٖ : جس سے	وَلَا تَزَالُ : اور ہمیشہ
تَطَّلِعُ : آپ آگاہ ہوں گے	عَلٰى خَآئِنَةٍ : کسی بڑے وعدہ خلاف پر
مِّنْهُمْ : ان میں سے	اِلَّا : سوائے اس کے کہ
قَلِيْلًا : تھوڑے سے	مِّنْهُمْ : ان میں سے
فَاعْفُ : تو آپ درگزر کریں	عَنْهُمْ : ان سے
وَاصْفَحْ : اور نظر انداز کریں	اِنَّ اللّٰهَ : یقیناً اللہ
يُحِبُّ : پسند کرتا ہے	الْمُحْسِنِيْنَ : احسان کرنے والوں کو
وَمِنَ الَّذِيْنَ : اور ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے	قَالُوْٓا : کہا
اِنَّا : کہ ہم	نَصٰرٰٓى : نصاریٰ ہیں
اَخَذْنَا : ہم نے لیا	مِيْثَاقَهُمْ : ان سے عہد
فَنَسُوْا : تو انہوں نے بھلا دیا	حَظًّا : ایک حصہ
مِّمَّا : اس میں سے	ذُكِّرُوْا : ان کو نصیحت کی گئی
بِهٖ : جس سے	فَاَغْرَيْنَا : تو ہم نے چپکا دیا
بَيْنَهُمُ : ان کے مابین	الْعَدَاوَةَ : عداوت کو
وَالْبَغْضَآءَ : اور بغض کو	اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ : قیامت کے دن تک
وَسَوْفَ : اور عنقریب	يُنَبِّئُهُمُ : جتادے گا ان کو
اللّٰهُ : اللہ	بِمَا : وہ جو
كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ : وہ کاریگری کیا کرتے تھے	

نوٹ۱: ''سَوَاءَ السَّبِيْلِ'' مرکب اضافی ہے اور اس کا لفظی ترجمہ ''راستے کا درمیان'' بنتا ہے' لیکن اردو میں اس مفہوم کے لیے مرکب توصیفی ''درمیانی راستہ'' استعمال ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ''سَوَاءَ السَّبِيْلِ'' اور ''الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' قرآن مجید کی اہم اصطلاحات ہیں جن کا اصطلاحی مفہوم اردو ترجمے میں منتقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ان کے معانی مراد کی وضاحت ضروری ہے۔ یہ بھی نوٹ کرلیں کہ یہ وضاحت تفہیم القرآن سے ماخوذ ہے۔

یہ دنیا ہر انسان کا کمرۂ امتحان ہے۔ اور امتحان کی غرض سے ہر انسان کے اندر بہت سی مختلف اور باہم متصادم صلاحیتوں، جذبات اور رجحانات کو ودیعت کر کے اسے امتحان گاہ میں بھیجا جاتا ہے۔ ہمارے نفس اور جسم کے تقاضے بھی مختلف ہیں جبکہ روح اور طبیعت کے بھی مختلف تقاضے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ہم کسی موڈ میں ہوتے ہیں اور کبھی ہمارا موڈ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ ایسے افراد کے باہمی ربط و تعلقات سے جو اجتماعی زندگی وجود میں آتی ہے وہ بھی بہت پیچیدہ اور متصادم تعلقاتِ باہمی سے مرکب ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں یہاں ہر شخص کے جہاں کچھ حقوق ہیں، وہیں اس کے کچھ فرائض بھی ہیں۔ پھر اس دنیا میں جو سامانِ زندگی ہمارے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے، اسے استعمال کرنے اور آپس میں تقسیم کرنے پر بھی انفرادی اور اجتماعی سطح پر بہت سے پیچیدہ اور متصادم مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

انسان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے پورے عرصۂ حیات پر پھیلے ہوئے تمام مسائل کے ہر پہلو پر بیک وقت ایک متوازن نظر ڈال سکے۔ اس لیے وہ خود اپنی زندگی کے لیے کوئی ایسا راستہ نہیں بنا سکتا جس میں اس کے سارے جذبات و رجحانات میں توازن قائم رہ سکے اور تمام انفرادی و اجتماعی تقاضوں کے ساتھ وہ انصاف کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان اپنی زندگی کا راستہ خود متعین کرتا ہے تو ضروریات میں سے کوئی ایک ضرورت اور مسائل میں سے کوئی ایک مسئلہ اس کے دماغ پر اس طرح مسلّط ہو جاتا ہے کہ دوسری ضروریات اور مسائل کے ساتھ وہ بالارادہ یا بلاارادہ ناانصافی کرنے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کا توازن بگڑ جاتا ہے، جس کے لیے قرآن مجید کی اصطلاح فساد ہے۔ انسان کی یہ کج روی اپنی انتہا کو پہنچنے لگتی ہے تو باقی ضروریات اور مسائل بغاوت کر کے زور لگاتے ہیں کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ پھر انسان ان میں سے کچھ کی طرف توجہ کر کے اور باقیوں کو نظرانداز کر کے ایک نئی ٹیڑھی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اس طرح انسان اپنی خود ساختہ ٹیڑھی میڑھی (zig zag) راہوں پر اپنی زندگی کا سفر طے کرتا ہے۔

زندگی کی ایک راہ ایسی بھی ہے جو ان ٹیڑھی میڑھی راہوں کے عین وسط میں واقع ہے۔ جس میں نہ کوئی افراط ہے اور نہ تفریط۔ اس لیے اس راہ پر سفر کرتے ہوئے انسان اپنی تمام ضروریات کو ان کا حق دے سکتا ہے اور مسائل کے ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہوئے انہیں حل کر سکتا ہے۔ اس طرح وہ دنیوی زندگی اطمینان اور سکون سے بسر کر سکتا ہے اور دائمی زندگی میں اپنی مراد پا سکتا ہے۔ ہر انسان کی فطرت اسی درمیانی اور متوازن راہ کو تلاش کرتی لیکن انسان اسے معلوم کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اس کی نشاندہی وہی ہستی کر سکتی ہے جو انسان کی مصور (designer) اور خالق ہے۔ اور اس نے اپنے رسول اسی لیے بھیجے کہ اس راہ کی طرف وہ انسانوں کی راہنمائی کریں۔ قرآن اسی راہ کو سَوَاءَ السَّبِیْلِ اور اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہتا ہے۔

علم وحی سے محروم بعض فلسفیوں نے یہ دیکھ کر کہ انسانی زندگی پے در پے ایک انتہا سے دوسری انتہا کی طرف دھکے کھاتی چلی جا رہی ہے، یہ غلط نتیجہ نکال لیا کہ ''جدلی عمل'' (dialectical process) انسانی زندگی کے ارتقاء کا فطری طریق ہے۔ چنانچہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ انسان کے ارتقاء کا راستہ یہ ہے کہ پہلے ایک انتہا پسندانہ دعویٰ (thesis) اسے ایک رخ پر بہا لے جائے، پھر اس کے جواب میں دوسرا انتہا پسندانہ دعویٰ (antithesis)

اسے دوسری انتہا کی طرف کھینچے اور پھر دونوں کے امتزاج (synthesis) سے ارتقاء حیات کا راستہ بنے۔ حالانکہ دراصل یہ ارتقاء کی راہ نہیں ہے بلکہ بدنصیبی کے دھکے ہیں جو انسانی زندگی کے فلاحی ارتقاء میں مانع ہو رہے ہیں۔ فلاحی ارتقاء کی راہ یعنی سواء السبیل علم وحی کی روشنی کے بغیر نظر نہیں آتی اور اس پر ثابت قدم رہنا ایمان کی قوت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

نوٹ ۲: آج کل کے عیسائیوں کے حالات سے یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ باہم متحد ہیں' لیکن آیت زیر مطالعہ میں بات ان لوگوں کی ہے جو عیسائی مذہب کے پابند ہیں۔ ان کی فرقہ بندی اور عداوت آج بھی ہے' خصوصاً کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی عداوت (معارف القرآن سے ماخوذ)۔ دنیوی سطح پر عیسائیوں کے باہمی بغض اور عداوت کی وجہ سے گزشتہ صدی میں انسانیت کو دو عالمگیر جنگوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ وقتی طور پر یہ عداوت کچھ دب گئی ہے لیکن ختم نہیں ہوئی ہے۔ اس کا اظہار دوبارہ جرمنی' فرانس اور اٹلی وغیرہ کے رویہ سے ہو رہا ہے جو انہوں نے امریکہ اور برطانیہ کے خلاف عراق کے مسئلہ پر اختیار کیا ہوا ہے (فروری ۲۰۰۳ء)۔

آیات ۱۵ تا ۱۹

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا
عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ
السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔـا اِنْ اَرَادَ اَنْ
يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ
اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ
يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاۗءَنَا
مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ف ت ر

فَتَرَ يَفْتُرُ (ن) فُتُوْرًا : تیزی کے بعد ساکن ہونا۔ یعنی وقفہ آنا یا سست پڑنا' ہلکا ہونا۔ ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰﴾ (الانبیاء) ''تسبیح کرتے ہیں رات اور دن کے وقت' وہ لوگ سست نہیں پڑتے۔''

فَتْرَةٌ (اسم ذات) : وقفہ' سستی۔ آیت زیر مطالعہ۔

فَتَّرَ (تفعیل) تَفْتِيْرًا: وقفہ دینا' سست کرنا' ہلکا کرنا۔ ﴿لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ﴾ (الزخرف:۷۵) ''وہ ہلکا نہیں کیا جائے گا ان سے۔''

ترکیب

''کُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ'' کو ماضی استمراری بھی مانا جاسکتا ہے' لیکن ہماری ترجیح یہ ہے کہ ''کُنۡتُمۡ'' کو فعل ناقص اور''تُخۡفُوۡنَ'' کو اس کی خبر مانا جائے اور ترجمہ جملہ اسمیہ کا کیا جائے۔ ''یَهۡدِیۡ بِهٖ'' میں ضمیر واحد آئی ہے اور ''بِهِمَا'' نہیں آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ'' ایک ہی چیز ہے۔ ''یَهۡدِیۡ'' کا مفعول اول ''مَنۡ'' ہے اور ''سُبُلَ السَّلَامِ'' مفعول ثانی ہے۔ ''هُوَ'' ضمیر فاصل ہے اور''اَلۡمَسِیۡحُ'' خبر ہے جبکہ ''اِبۡنُ مَرۡیَمَ'' اس کا بدل ہے۔

ترجمہ:

یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ : اے اہل کتاب!

قَدۡ جَآءَ : آچکا ہے

کُمۡ : تمہارے پاس

رَسُوۡلُنَا : ہمارا رسول

یُبَیِّنُ : جو واضح کرتا ہے

لَکُمۡ : تمہارے لیے

کَثِیۡرًا : بہت کچھ

مِّمَّا : اس میں سے جو

کُنۡتُمۡ : تم لوگ

تُخۡفُوۡنَ : چھپاتے ہو

مِنَ الۡکِتٰبِ : کتاب میں سے

وَیَعۡفُوۡا : اور وہ درگزر کرتا ہے

عَنۡ کَثِیۡرٍ : بہتوں سے

قَدۡ جَآءَ کُمۡ : آچکا ہے تمہارے پاس

مِّنَ اللّٰهِ : اللہ (کی طرف) سے

نُوۡرٌ : ایک نور

وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ : اور ایک واضح کتاب

یَّهۡدِیۡ : ہدایت دیتا ہے

بِهٖ : اس سے

اللّٰهُ : اللہ

مَنِ : اس کو جس نے

اتَّبَعَ : پیروی کی

رِضۡوَانَهٗ : اُس کی رضا کی

سُبُلَ السَّلٰمِ : سلامتی کی راہوں کی

وَیُخۡرِجُهُمۡ : اور وہ نکالتا ہے ان کو

مِّنَ الظُّلُمٰتِ : اندھیروں سے

اِلَی النُّوۡرِ : نور کی طرف

بِاِذۡنِهٖ : اپنے حکم سے

وَیَهۡدِیۡهِمۡ : اور وہ ہدایت دیتا ہے ان کو

اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ : ایک سیدھے راستے کی طرف

لَقَدۡ کَفَرَ : یقیناً کفر کیا ہے

الَّذِیۡنَ : ان لوگوں نے جنہوں نے

قَالُوۡۤا : کہا

اِنَّ : کہ

اللّٰهَ : اللہ

هُوَ الۡمَسِیۡحُ : مسیحؑ ہی ہے

ابۡنُ مَرۡیَمَ : جو بی بی مریم کا بیٹا ہے

قُلۡ : آپؐ کہیے

فَمَنۡ : تو کون

یَّمۡلِكُ : اختیار رکھتا ہے

مِنَ اللّٰهِ : اللہ سے (اس کے مقابلہ پر)

شَيْئًا : کچھ بھی

اِنْ : اگر

اَرَادَ : وہ ارادہ کرے

اَنْ : کہ

يُّهْلِكَ : وہ ہلاک کرے

الْمَسِيْحَ : مسیحؑ کو

ابْنَ مَرْيَمَ : جو بی بی مریم کا بیٹا ہے

وَاُمَّهٗ : اور اُس کی والدہ کو

وَمَنْ : اور اُن کو جو

فِي الْاَرْضِ : زمین میں ہیں

جَمِيْعًا : سب کو

وَلِلّٰهِ : اور اللہ ہی کی ہے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : زمین اور آسمانوں کی بادشاہت

وَمَا : اور اس کی جو

بَيْنَهُمَا : ان دونوں کے درمیان ہے

يَخْلُقُ : وہ تخلیق کرتا ہے

مَا يَشَآءُ : جو وہ چاہتا ہے

وَاللّٰهُ : اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ : ہر چیز پر

قَدِيْرٌ : قادر ہے

وَقَالَتِ : اور کہا

الْيَهُوْدُ : یہودیوں نے

وَالنَّصٰرٰى : اور نصاریٰ نے

نَحْنُ : ہم

اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ : اللہ کے بیٹے ہیں

وَاَحِبَّآؤُهٗ : اور اس کے چہیتے ہیں

قُلْ : آپؐ کہہ دیجیے

فَلِمَ : پھر کیوں

يُعَذِّبُكُمْ : وہ عذاب دیتا ہے تم کو

بِذُنُوْبِكُمْ : تمہارے گناہوں کے سبب سے

بَلْ : بلکہ

اَنْتُمْ : تم لوگ

بَشَرٌ : ایک بشر ہو

مِّمَّنْ : اس میں سے جو

خَلَقَ : اس نے تخلیق کیا

يَغْفِرُ : وہ بخشتا ہے

لِمَنْ : اس کو جس کو

يَّشَآءُ : وہ چاہتا ہے

وَيُعَذِّبُ : اور وہ عذاب دیتا ہے

مَنْ : اس کو جس کو

يَّشَآءُ : وہ چاہتا ہے

وَلِلّٰهِ : اور اللہ ہی کی ہے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : زمین اور آسمانوں کی بادشاہت

وَمَا : اور اس کی جو

بَيْنَهُمَا : ان دونوں کے درمیان ہے

وَاِلَيْهِ : اور اس کی طرف ہی

الْمَصِيْرُ : لوٹنا ہے

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ : اے اہل کتاب

قَدْ جَآءَكُمْ : تمہارے پاس آ چکا ہے

رَسُوْلُنَا : ہمارا رسول

يُبَيِّنُ : وہ کھولتا ہے

(باقی صفحہ 33 پر)